۵۲

موجودہ سیاسی شورش سے علیحدگی کی وجہ

(فرمودہ ۲۳۔مئی ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اِس وقت نہ معلوم کس سبب سے صبح تک تو یہ کیفیت نہ تھی لیکن اب مجھے گلے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے اور آواز زور دیکر نکالنی پڑتی ہے۔ لیکن بہرحال چونکہ خطبہ پڑھنا سنت اور ضروری چیز ہے خصوصاً جو مضمون میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں ایسا ہے جس کی ان ایام میں سخت ضرورت ہے اس لئے گو اختصار کے ساتھ مگر ایسی وضاحت سے جو مضمون کو واضح کر دے میں بیان کرتا ہوں۔

پچھلے دو خطبوں میں مَیں نے موجودہ سیاسی رَو کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا لیکن ان دونوں خطبوں میں صرف یہی بیان تھا کہ ایسے موقعوں پر ہماری جماعت کا فرض کیا ہونا چاہئے۔ گو ضمنی طور پر یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہمیں کیوں ایسا کرنا چاہیے۔ مگر پھر بھی ایسی تفصیل سے یہ بات بیان نہیں کی تھی جس طرح بیان کرنا اِس وقت ضروری ہے اس لئے ارادہ ہے کہ ایک دو خطبوں میں جیسی اللہ تعالیٰ توفیق دے اور جیسی مصلحت ہو اِس امر پر روشنی ڈالوں کہ کیوں ہمیں یہ طریقِ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جس ملک کی طرف لوگ منسوب ہوتے ہوں اُس کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ خود بخود ان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور اسے پیدا کرنے کیلئے کسی بیرونی تحریک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ملکی محبت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی

ہے۔ اور جن سامانوں اور ذرائع کو وہ سمجھتا ہے کہ ملکی ترقی کا موجب ہیں ان کے قبول کرنے کے لئے وہ آپ ہی آپ تیار ہو جاتا ہے حتّٰی کہ بعض اوقات اس کے مخالف سامان بہت کثرت سے جمع کر دیئے جاتے ہیں مگر پھر بھی دل ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ ایک زمانہ فرانس پر ایسا گزرا ہے جب بغاوت اور خونریزی انتہاء تک پہنچ گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فرانس کو نپولین کے ہاتھ پر منظم کیا اور اس کے ذریعہ اس ملک کو عظمت اور شوکت ملی اور اُس زمانہ سے اِس وقت تک اس کا ذکر عزت واحترام سے کیا جاتا ہے۔ پہلے یورپ کے لوگوں کو اِس کی ترقی کھٹکتی تھی اور وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ نپولین کے ذریعہ اسے شان وشوکت حاصل ہو اس لئے بہت سے ممالک نے مل کر اسے شکست دی اور ایک جزیرہ میں قید کر دیا کچھ عرصہ کے بعد وہ کوشش اور تدبیر سے وہاں سے بھاگ نکلا اور پھر فرانس پہنچا۔ اس کی قید اور بندش کے زمانہ میں فرانس پر وہی پرانا خاندان حکومت کرنے لگا تھا جو بغاوت سے پہلے کرتا تھا۔ جس وقت نپولین کے دوبارہ پہنچنے کی خبر اسے پہنچی تو اس نے جرنیلوں اور سپاہیوں کو جمع کر کے پادریوں کے ذریعہ بائبل پر ہاتھ رکھ رکھ کر قسمیں لیں کہ وہ شاہی خاندان کے وفادار رہیں گے اور غداری نہیں کریں گے۔ انہوں نے قسمیں کھائیں اور صدقِ دل سے کھائیں مگر ان کے دل جانتے تھے کہ ان کے ملک کی ترقی نپولین سے وابستہ ہے اور وہ اچھی طرح محسوس کر رہے تھے کہ اگر فرانس باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتا ہے تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کی عنان نپولین کے ہاتھ میں ہو۔ انہوں نے قسمیں کھائیں اور اس ارادہ سے میدان میں بھی آ گئے کہ نپولین کو پکڑ کر لے آئیں گے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ وہ بادشاہ کے وفادار ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ملک کے وفادار تھے۔ اور ان کی قسموں کے نیچے ایک اور عہد چُھپا ہوا تھا اور وہ یہ کہ ملک سے وفاداری کرنی چاہئے مگر قسمیں کھانے کے وقت ان کا وہ عہد بادشاہ کی خاطر پیدا کردہ شورش کے نیچے دب گیا۔ نپولین جب آیا تو اس کے ساتھ صرف چند زمیندار لوگ تھے اور ان میں سے بھی اکثر کے پاس لاٹھیاں، درانتیاں اور کلہاڑیاں وغیرہ تھیں صرف چند ایک ایسے تھے جن کے پاس پرانی وضع کی بندوقیں تھیں۔ جب وہ ایک درّے پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا شاہی فوج راستہ روکے پڑی ہے۔ نپولین نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھیں جب وہ آگے جانے لگے تو شاہی جرنیل نے انہیں کہا راستہ تنگ ہے اس میں تم میں سے جو بھی گزرنے کی کوشش کرے گا ہم اُسے مار ڈالیں

گے اور یوں بھی تم ہمارے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے تمہارا لڑنا بھی فضول ہے بہتر ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ انہوں نے جا کر نپولین سے کہا اس نے جواب دیا تمہیں نپولین کا حکم ہے کہ آگے بڑھو۔ انہوں نے پھر کوشش کی مگر کچھ نہ بنا اور انہوں نے پھر آ کر اسے کہا اس پر نپولین خود گیا اور سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ میرے آدمیوں کو گزرنے سے تم کیوں روکتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا تم یہ مت خیال کرو کہ ہم پرانے تعلقات کی بناء پر تمہارا لحاظ کریں گے بلکہ جو بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا اسے گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ اس پر نپولین نے اپنا سینہ ننگا کر دیا اور کہا کہ جو تم میں سے اپنے بادشاہ کو گولی مارنا چاہتا ہے وہ مارے۔ اسی ایک فقرہ سے ان کا خفیہ جذبہ بیدار ہو گیا اور انہوں نے گیند کی طرح اپنی بندوقیں اوپر اُچھال دیں اور بادشاہ زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ غرض وہ تمام قسمیں اور معاہدات جو انہوں نے پیرس سے روانہ ہوتے وقت کئے تھے انہیں بھول گئے۔

پس ملکی وفاداری ایک ایسی چیز ہے جو انسانی قلب میں مخفی ہوتی ہے اور بعض اوقات انسان اس کے خیال سے بعض ایسی باتوں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے جو اس سے کم اہم نہیں ہوتیں بلکہ بعض اوقات اس سے زیادہ ضروری ہوتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی بعثت پر عربوں نے بھی پہلے یہی سوال اُٹھایا کہ اس نے ہمارے ملکی نظام کو تباہ کر دیا ہے بھائی کو بھائی سے اور باپ کو بیٹے سے جُدا کر کے ہماری سیاست کو نقصان پہنچایا ہے۔ غیر احمدیوں کو دیکھ لو ان میں سے بھی تعلیم یافتہ طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہی اعتراض نہایت غصہ کی حالت میں کرتا ہے کہ آپ نے تفرقہ پیدا کر کے ہماری طاقت کو کمزور کر دیا ہے۔ تو قومی اور وطنی محبت ایک ایسی چیز ہے کہ بسا اوقات وہ اپنے سے زیادہ اہم جذبات کو بھی مغلوب کر لیتی ہے اور اس وقت انسان یہ نہیں دیکھ سکتا کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ مجنون ہو جاتا ہے۔ پس بالکل ممکن ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو کہ وطنی خدمت کے موقع پر ہم دوسروں سے کیوں پیچھے رہیں خصوصاً جب ہمیں کہا جاتا ہے کہ بہادر اور جری بنو ڈرو نہیں اور جبکہ ہمارے نوجوان قربانی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں ایسے حالات میں ان کو صحیح راہ پر لگانا اُن لوگوں کا فرض ہے جن کے سپرد قوم کی اصلاح اور راہنمائی کا کام ہے۔ اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایسے امور ان کے سامنے لائیں جن کی وجہ سے

سے انہیں اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہئے تا وہ ایسی غلطیوں کے مرتکب نہ ہوں جو بعد میں زیادہ پشیمانی کا باعث ہوں۔ اسلامی تاریخ میں اس کی مشہور مثال غزوہ حدیبیہ ہے جب رسول کریم ﷺ عمرہ کے لئے گئے تو مکہ والوں نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا۔ اُس وقت مسلمانوں کے جذبات حد درجہ مشتعل تھے حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسا انسان بھی قابو سے باہر ہو گیا۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہا کیا ہم سچے نہیں؟ کیا ہم جانیں دینے سے ڈرتے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تو ہو کہ ہم عمرہ کریں گے لیکن ہم یہاں صلح کرلیں۔ باقی صحابہ کا بھی جوش کے مارے ایسا بُرا حال تھا کہ رسول کریم ﷺ کی بیویوں میں سے ایک[1] کی روایت ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے لوگوں سے کہا ہے احرام کھول دو لیکن لوگ سُستی اور بددلی سے اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں تمہارا اِس وقت کیا مشورہ ہے۔ انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کسی سے کلام نہ کریں اور احرام کھول کر اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور جب صحابہؓ نے دیکھا کہ جو حکم آپ نے ہمیں دیا اور جس کے کرنے میں ہم نے تساہل سے کام لیا آپ نے خود کرنا شروع کر دیا ہے تو وہ بھی بے تحاشا دوڑے اور ان فرائض کو ادا کیا جن کی ادائیگی کی طرف ان کی جوشیلی طبائع پہلے راغب نہیں ہوتی تھیں۔[2] تو قومی اور وطنی جذبات بعض وقت نازک صورت اختیار کر لیتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ حالانکہ یہ قول اُسی وقت خطرہ سے خالی ہو سکتا ہے جب انسان کُلّیۃً خدا تعالیٰ کی راہنمائی میں ہو اور خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت چل رہا ہو ورنہ اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

پس ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے بلکہ دوسروں کو بھی سمجھانا چاہئے کہ دنیا میں حکومت بعض ذرائع سے ہی قائم ہوتی ہے۔ حکومت کو ماننا انسانی فطرت میں ایسے طور پر داخل نہیں کہ ہر وقت اسے منوالیا جائے بعض اوقات بچے بھی حکومت ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ پس یہ بات بالکل غلط ہے کہ بیرونی حکومت کے احکام کو نہیں مانا جا سکتا اور اپنی حکومت سے انکار نہیں کیا جا سکتا بسا اوقات طبائع اپنی حکومت کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیتی ہیں۔ آئرلینڈ کو جب انگریزوں نے حقوق دینے چاہے تو وہاں بسنے والے انگریزوں نے کہہ دیا ہم یہ بات ہرگز نہیں مان سکتے۔ تو بعض دفعہ ملکی بلکہ بعض دفعہ تو مذہبی حکومت سے بھی سرکشی کر لی جاتی ہے حالانکہ سب سے زیادہ

تصرّف اسی حکومت کو ہوتا ہے مگر اس کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ رسول کریم ﷺ کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا آپ نے فیصلہ فرمایا یہ فیصلہ جس کے خلاف تھا اصل میں تو اس کے خلاف نہ تھا لیکن اس نے ایسا سمجھا۔ جھگڑا اس بات پر تھا کہ ان میں سے ایک کے کھیت میں سے پانی گزر کر دوسرے کے کھیت میں جا سکتا تھا مگر وہ آگے نہیں جانے دیتا تھا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ یہ اپنا کھیت جس قدر پانی سے چاہے بھرے اور پھر دوسرے کھیت میں جانے دے۔ مگر وہ جوش میں آ گیا اور کہنے لگا آپ نے اپنے رشتہ دار[۳] کی رعایت کی ہے۔[۴] اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب آپ نے اموال تقسیم کئے تو ایک انصاری نے کہا تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا۔ رسول کریم ﷺ کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا اگر مجھ سے تمہیں انصاف نہیں مل سکتا تو اور کہاں سے ملے گا۔[۵] اگرچہ انہوں نے ایک فردِ واحد کی حرکت قرار دیا اور اظہارِ ندامت کیا مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات مذہبی حکومت کے خلاف بھی طبائع جوش میں آ جاتی ہیں اور جوش میں وہ اس کے فیصلہ کو بھی غلط قرار دے دیتی ہیں۔ پس دنیا کی کوئی حکومت ایسی کیونکر ہو سکتی ہے جسے سب لوگ بغیر جھگڑے کے مان لیں۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ جوش صرف بیرونی حکومت کے خلاف ہی ہوتا ہے اپنی حکومت کے خلاف نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی بلکہ مذہبی حکومت کی مخالفت بھی کی جاتی ہے۔ تو جب ہر حکومت کے خلاف یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کا فیصلہ غلط ہے پھر اگر یہ اصول صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ جس فیصلہ سے اختلاف ہو اُس کی نافرمانی کرنی چاہئے تو ہر جگہ یہی اصول کارگر ہونا چاہئے۔ یہ تو ہم کسی سے نہیں کہہ سکتے کہ جب میں تمہیں ماروں تو تمہیں خاموش ہو جانا چاہئے لیکن اگر تم مجھے مارو تو میرا حق ہے کہ اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ تمہیں ماروں یا عدالت میں لے جاؤں جو صورت بھی ہوگی دونوں کے لئے یکساں ہی ہونی چاہئے۔ پس اگر یہ اصول صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ جس قانون کو ہم ناجائز سمجھیں اسے توڑ دینا چاہئے تو ہر موقع پر یہی ہونا چاہئے اور اگر ساری دنیا پر یہی اصول جاری ہو جائے تو دنیا میں کتنا بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔ فرض کرو ہندوستان کی اپنی حکومت قائم ہو جائے اور پارلیمنٹ کے ذریعہ قوانین بنیں تو یہ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ سب کے سب متفق ہو جائیں انگلستان کی پارلیمنٹ کے متعلق، ہم روز اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ اگر دوسَو ممبر ایک طرف ہیں تو ایک سَو ایک طرف تو اتفاق رائے سے کبھی فیصلہ نہیں ہوتا۔ یہاں ہماری مجلس شوریٰ میں بھی بعض

امور کے متعلق اتفاق رائے سے فیصلہ نہیں ہوتا تو اختلاف بہر حال رہتا ہے۔ پس اگر یہی اصول تسلیم کرلیا جائے کہ جس قانون سے اختلاف ہو اسے توڑنا جائز ہے تو دنیا میں امن کبھی نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ ہی بدامنی رہے گی۔ اگر گاندھی جی کو بھی مختارِکُل بنا دیا جائے تو بھی ان سے اختلاف رکھنے والے ضرور ہوں گے۔ اور اگر اختلاف کی وجہ سے قانون شکنی جائز قرار دے دی جائے تو ملک میں کبھی امن و امان نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ اصول غلط اور قطعاً غلط ہے۔

افسوس ہے گلے کی خرابی کی وجہ سے میں زیادہ نہیں بول سکتا انشاء اللہ اگلے جمعہ کے خطبہ میں تفصیل سے بیان کروں گا۔ لیکن جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرے اور انہیں ہرگز نظر انداز نہ کرے اور نہ صرف یہ کہ خود اِن پر عمل کرے بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائے۔

(الفضل ۳۰۔ مئی ۱۹۳۰ء)

۱؎ یہ حضرت اُمّ سلمہ تھیں جن سے حضورؐ نے مشورہ لیا۔ (تاریخ الأمم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد۳ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۷ء)

۲؎ حضرت زبیرؓ (مرتب)

۳؎ بخاری کتاب المساقاۃ باب سکر الانھار

۴؎ تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد۳ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۷ء